# مشترکہ تہذیب کے فروغ میں کبیر کا حصّہ

ڈاکٹر سدھارتھ سدیپ
اسسٹنٹ پروفیسر، خواجہ معین الدین چشتی لینگویج یونیورسٹی لکھنؤ۔ اتر پردیش۔ انڈیا

ابھی حال ہی میں ۴ جون کبیر کی یومِ پیدائش تھی۔ ان کے جاننے اور ماننے والوں نے بہت زور شور سے دنیا بھر میں اپنے۔ اپنے طریقے سے یاد کیا۔ پر کہنے والے کہہ سکتے کہ کوئی نئی اور بڑی بات نہیں ہے۔ دنیا میں لاکھوں لوگوں کی یومِ پیدائش منائی جاتی ہے۔ لیکن اگر کبیر اور ان کی تعلیم کو آج کے دور میں رکھ کے دیکھا جائے تو اس طرح دنیا بھر میں ان کی یومِ ولادت منانا ضرور نئی اور بڑی بات کہی جاسکتی ہے۔ کیونکہ کبیر نے انسان اور انسانیت کے لیے جو کچھ کیا ہے۔ اُس کی آج بھی بہت ضرورت ہے۔ اس لیے کبیر اور ان کی تعلیمات کو زندہ رکھنا انسان اور انسانیت کے لیے بے حد ضروری ہے کیونکہ ان کی تعلیمات ہم انسانوں کے لیے مشالِ راہ ہے۔ زمانے قدیم سے قدرتی نظام میں جتنا تفریق انسانوں میں نہیں ہے اس سے کہیں زیادہ انسانوں نے اس کا کاروبار کرکھا ہے۔ جس سے انسان اور انسانیت میں بے پناہ خامی آگئی ہے۔ نتیجہ استحصال اور زیادتی کے بے شمار کارنامے سامنے آتے ہیں۔ جس سے کبیر جیسے رہ نماء انسانیت کو راہ دکھانے کے لیے ہمارے پیدا ہوتے ہیں۔ جس کے بنا پر دنیا بھر میں کبیر کا پہچان سماجی اور مذہبی اصلاح، شاعر اور صوفی کے طور قائم ہے لیکن اصل میں کبیر ایک سماجی اصلاح کار ہیں۔ جو اپنی باتیں کہنے کے لیے شاعری اور خطبہ (کبیر بانی) سے کام لیتے ہیں اور دنیا بھر کے انسانوں کو سادا اور آسان زندگی جینے کی ترکیب دیتے ہیں اور انسان میں محبت و انسانیت تلاش کرتے ہیں:

پوتھی پڑھی پڑھی جگ معاں، پنڈت بھیا نہ کوئے　　ڈھائی آخر پریم کا، پڑھے سو پنڈت ہوئے

(SmileWorld.in)

اصل میں کبیر محبت کے سوداگر ہیں۔ اسی لیے محبت اور دوستی کی تعلیم دینے والا ہی ان کے نزدیک عالم ہے۔ ان کے یہاں انسان، انسان میں کوئی فرق نہیں۔ جس پر انہوں نے بہت بہترین مثال پیش کیا ہے۔ جس کا بیان یہاں ممکن نہیں۔ لیکن اس کی وضاحت اور ان کی اعجاز میں ابھی صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں:

ذاتی، دھرم کے بھید کو چھنڈ میں دیا مٹائے　　ڈھائی آخر پریم کا پڑھ کا بھید بتائے　　سدیپ

کبیر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ حقیقت میں جیتے ہیں۔ ان کے نزدیک جھونٹھ، فریب اور دکھاوا نہیں بلکہ ان کا دل ہمیشہ صاف اور پاک ہے ۔ وہ جو کہتے تھے وہی کرتے تھے اور ان کا دل جیسا باہر ویسا ہی اندر ہے۔ ان کے یہاں کوئی تفریق نہیں اس لیے جو مذہب، سماج اور ذات کے نام پر دنیا بھر میں بھید قائم ہے اسے ختم کرنے میں اپنی پوری زندگی لگا دی۔ جس سے محبت اور انسانیت رہتے دنیا تک قائم رکھا جا سکے۔ جس پر انہوں نے بہت کام کیا ہے۔ جیسے میرے جیسے ادنیٰ انسان کے لیے بیان کر پانا ممکن نہیں کیونکہ کبیر صرف کبیر نہیں بلکہ ایک تحریک ہیں۔ اس لیے ان کے اس بے مثال کارناموں کی طرف چند لفظوں سے صرف اشارہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ جس سے ان کے بنیادی کارناموں وضاحت ہو سکے۔

کھنڈ، کھنڈ، پاکھنڈ کو، دیا کبیر دکھائے　　مانوہیت کے کارئے میں جیون دیا لگائے　　سدیپ

انسان کی ہر ابتداء کے پیچھے کوئی نہ کوئی مقصد ضرور پوشیدہ ہے پھر چاہے لفظ ہو، زبان ہو یا ادب ہو۔ جس کی وضاحت کے لیے زمانے بھر کی سماجی

،سیاسی، مذہبی اور تاریخی حالات پر نظر رکھنی ضروری ہے۔اس لیے کسی موضوع پر بحث اور نتائج سے پہلے لفظوں پر غور کرنا ضروری ہے۔جس سے لفظ و موضوعات کے متعلق معلومات حاصل ہو سکے کہ اس کی ابتداء کب اور کن حالات میں ہوئی ہے۔تبھی کسی کے معنی و مقصد اور ضرورت و اہمیت کا قیاس لگایا جا سکتا ہے۔

لفظ 'مشترکہ' عربی زبان سے ماخوذ ہے جس کا استعمال شریک و اجتماعی کے طور پر ہوتا ہے۔جب اس کا استعمال مشترکہ خاندان، مشترکہ سماج، مشترکہ تہذیب، مشترکہ زبان کے ساتھ ہوتا ہے تو یہ اور بھی معنی آفرینی ہو جاتا ہے۔لفظ 'تہذیب' بھی عربی ہے جس سے مراد طرز معاشرت اور رہن، سہن کے طور طریقہ سے ہے۔تہذیب پر تب اور غور کرنے کی ہے جب اس کے ساتھ لفظ 'مشترکہ' لگا ہو۔گنجائش اور بڑھتی ہے جب اس کا استعمال ہندوستانی معاشرے کے لیے ہو۔'فروغ' فارسی سے ماخوذ ہے جس کے معنی ترقی و چمک، دمق اور رونق کے ہیں۔

اس طرح مشترکہ تہذیب کے فروغ سے مطلب ہے کہ ایک ساتھ رہنے والے مختلف تہذیب کے درمیان امن و سکون کے ماحول میں ترقی قائم ہو۔لفظ 'مشترکہ تہذیب' ایک ساتھ رہنے والے مختلف مذہب اور سماجی، تہذیبی و سیاسی طرز زندگی کی نمائندگی کرتا ہے۔جب دو قوم ساتھ سماجی زندگی شروع کرتے ہیں تو مشترکہ تہذیب کا آغاز ہوتا ہے۔جاننے والے جانتے ہیں کہ کئی بار ہندوستان کے امن و چین کو باہری حملہ آوروں نے روندا ہے۔جس سے ہر طرح کے اختلافات میں اضافہ ہوتا اور مشترکہ تہذیب کا نقصان ہوتا۔جس کی مثال آج بھی ہندوستان میں ذات، سماج، مذہب و عورت اور مرد کے اختلاف کی شکل میں دیکھا جا سکتا ہے۔جیسے دور کرنے کے لیے ہندوستان کے صوفی، سنتوں نے اپنی جان لگا دی جس میں کبیر کا بڑا نام اور کام ہے:

''کبیر نے اپنے کلام میں اس کا بار بار اعتراف کیا ہے کہ نہ میں آستک ہوں نہ ناستک، نہ مسلمان ہو نہ ہندو، نہ میں نوکر ہوں نہ مالک، نہ میں قیدی ہوں نہ آزاد، نہ میں کسی سے الگ ہوں اور نہ کسی جیسا، میں تو فقط پانچ اجزاء۔آگ، پانی، مٹی، ہوا اور آکاش کا بنا ہوا ایک پتلا ہوں جس کے اندر روح کہیں کھیل رہی ہے۔''[1]

درجہ بالا اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کبیر قدرتی نظام کو ہی زندگی جینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔کسی ایک طبقہ کو دل سے نہیں لگاتے بلکہ ان دونوں کو انسانیت، دوستی، محبت اور آزادی کی تعلیم دیتے ہیں۔'جیوں اور جینے دو' کا فلسفہ کبیر کی اسی فکر کا حصّہ ہے۔وہ مندر اور مسجد کے دائرے سے نکل کر انسانیت کی تلاش میں نغمے گائے اور بنا منتر و ملا کے عبادت کی راہ دکھاتے ہیں۔جن سے مشترکہ تہذیب کی مقبولیت میں مزید اضافہ ہوا اور انسان دوستی اور محبت کی مثالیں قائم ہوئیں۔

زمانۂ قدیم سے ہی انسان سماجی اور مذہبی تفریقوں میں الجھا ہے۔جو انسانیت کی ترقی میں میل کا پتھر ثابت ہوتا رہا ہے۔دانشوروں کا ماننا ہے کہ ''دنیا میں سب سے زیادہ قتل و غارت مذہبی جنگ کے طور پر رونما ہوئے ہیں' جب ہم اپنے ملک کی تاریخ کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یہاں انسانیت کا استحصال فرقہ پرستی کے طور پر نظر آتا ہے۔جسے ختم کرنے کے لیے رہنماؤں نے کئی طرح کی تحریکیں چلائیں اور جس میں وہ کامیاب بھی رہیں۔جن میں سے ایک زبردست تحریک کا نام کبیر تحریک بھی ہے۔جنہوں نے نہ صرف اپنے زمانے میں ہی استحصالی آندھی کا رخ موڑا بلکہ جو آج کے انسانیت کے لیے بھی بڑا پیغام ہے۔کاظم علی خاں لکھتے ہیں:

''ہندی ادب میں بھگتی تحریک کے نرگن وادسلسلے کے مشہور و مقبول شاعر کبیر کا کلام ہندو مسلم میل ملاپ کا عظیم الشان مظہر ہے۔عہد حاظر میں قومی یک جہتی ہندوستان کی اہم ترین ضرورت ہے جس کے فروغ میں کبیر کی شاعری یقیناً مفید ثابت ہو سکتی ہے۔کبیر کا ہندی کلام کبیر پنتھیوں میں نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ پڑھا جاتا ہے ان کے اثرات ہندوؤں اور مسلمانوں میں ہی محدود نہیں سکھوں کے مذہبی رہنما گرونانک بھی کبیر کی تعلیمات سے متاثر ہوئے۔اس لحاظ سے کبیر کا ہندی کلام قومی یک جہتی کا ایک عظیم الشان روشن منارہ ہے۔یہ ایک ایسا شاندار تہذیبی ورثہ ہے جیسے ہندوستانیوں کو ہر دور میں عزیز رکھنا چاہئے۔''[2]

ہر ہر نما وقت کا پیداوار ہوتا ہے کبیر اور کبیر کی تحریک بھی وقت کی پیداوار ہیں۔ہندوستان ایک بڑا ملک ہے جس کی تاریخ بھی بہت قدیم اور وسیع ہے۔جب اس کی طرف نگاہ دوڑاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ یہاں کئی طرح کے مذہب و ملت کے ماننے والے لوگ رہتے ہیں۔جن کے کئی طرح کے عقائد ہوتے ہیں۔انہیں عقائدی اور تاریخی دلیلوں کے بنا پر مذہبوں اور معاشروں کے درمیان اختلافات بھی قائم ہوتے ہیں۔ایک اندازہ کے مطابق ہندوستان میں اس کی

تعداد دوسرے تمام ملکوں سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ یہاں مسلمانوں کی آمد سے ہندوؤں کے مذہبی معاملوں میں پیچیدگی اور بے اطمنانی کی صورت پیدا ہوئی۔اس طرح دونوں تہذیبوں میں ٹکراؤ شروع ہوگیا۔جس سے انسانیت کو بہت بڑا چوٹ پہنچا۔ایسے میں دونوں مذہبوں کے رہنماؤں،صوفیوں اور بزرگوں نے اختلافات دور کرنے کے لیے انسانیت اور محبت کا بیڑا اُٹھایا۔جن میں سلسلہ چستی،سلسلہ قادری اور سلسلہ کبیر کا ذکر عام ہے۔جن کا کام عوام میں بھگتی کے نام پر انسانیت، بھائی چارہ اور محبت واخوت کا جذبہ پیدا کرنے کی تھی جس کے بارے میں بلجیت مطیر لکھتے ہیں:

’’بھگتی تحریک کو شمال ہند میں پھیلانے کا کام رامانند نے کیا۔انہوں نے پسماندہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو اپنی مریدی میں لینے کا اعلان کیا۔ان کے نہایت معتبر مرید کبیر صاحب ہوئے جنھوں نے بھگتی کی تحریک کو پورے شمالی ہندوستان میں پھیلا دیا۔‘‘۳

اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کبیر بھی اپنے استاد کی راہ پر چل نکلے لیکن ان کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اس میدان میں استاد کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔وہ ہندو سنتوں کے علاوہ مسلم صوفیوں سے بھی مدد حاصل کرتے تھے جس سے ان کی شخصیت پر سوامی رامانند کے علاوہ مسلمان صوفیوں کے اثرات بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان میں ہندو مسلم دونوں دلچسپی لینے لگے۔جس سے مشترکہ تہذیب کو طاقت ملا اور سماج میں جو مذہبی اور سماجی غیر برابری اور پاکھنڈ تھا اس کو دور کر جدید دور کی سماج کو راہیں ہموار کئے۔جس سے ان کے دور میں ہی ان کو سماجی اصلاح کار می اعلیٰ مقام حاصل ہوا ہے۔اسی لئے بلجیت مطیر کہتے ہیں:

’’جدید دور کے سماج سدھار کرنے والوں میں ان کا مقام سب سے بلند ہے۔‘‘۴

یہ کبیر کی وسیع اور فکری نظر کا کمال ہے جنہوں نے انسانوں کو ایک نظر سے دیکھا لیکن اس کا سہرا ان کے استاد رامانند کو بھی جاتا ہے جن کی تعلیمات نے ان کے خیالات کو پروان چڑھانے کا موقعہ فراہم کیا۔کبیر کے زمانے میں ہندو مسلمان میں بہت زیادہ اختلاف بڑھ گئے تھے جس سے دونوں طبقوں کو پریشان اٹھانی پڑتی تھیں تھے ایسے میں ان کو مثال راہ بن کر کبیر پیدا ہوئے اور انہوں نے مذہبی اور تہذیبی قدروں کے ساتھ سماجی اور معاشرتی قدروں کو روشنی فراہم کی اور محبت کی تعلیم عام کیا۔اس طرح مشترکہ تہذیب کے فروغ میں انسانیت سے پُرنغموں کو کبیر نے خوب بلند کیا:

’’کبیر کی زندگی ایک فلسفہ ہے اور ان کا کلام ایک تمثیل جو انسان کے وجود کو بچانے کی آرزو لیے نغموں میں ڈھل گئی ہے!‘‘۵

کبیر جس دور میں پیدا ہوئے۔وہ زمانہ ہندوستان کی تاریخ کا سیاہ زمانہ تھا۔اس وقت مذہبی عقائد کے نام پر انسانیت کا استحصال عام تھا،کیونکہ اس زمانے میں ذات،سماج اور مذہب کی جتنی خامیاں ہوسکتی تھی وہ سب رائض تھیں۔انسان،انسان کا دشمن بنا ہوا تھا۔ایسے میں کبیر صاحب جو ایک سنت تھے۔ان کی نظر میں ہر انسان برابر تھا خوخدا اور رام کو ایک سکّے کا دو پہلے مانتے تھے۔ان کا ماننا ہے وہی رام اور وہی رحیم ہے فرق تو ہم انسانوں نے کیا ہے وہ کہتے ہیں۔:

کبیرا کنوا ایک ہے ،پانی بھرے انیک
ورتن میں ہی بھید ہے،پانی سب میں ایک

کبیر کی انہیں خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے محمد انصار اللہ لکھتے ہیں:

’’کبیر کی ولادت کے زمانے میں ہندو اور مسلمانوں کے مابین اختلاف بہت بڑھ گیا تھا دوسروں کی سچی تعلیم کو بھول کر مصنوعی تفریقوں سے مشتمل ہو کر دونوں ذاتیں،دھرم کے نام پر ادھرم (بیدنی) کی ترکیب ہو رہی تھیں۔ان حالات میں سچے راستے کے دکھانے کا سہرا کبیر کے سر ہے۔‘‘۶

یہ بات درست ہے کہ کبیر کی ولادت کے زمانے میں دونوں قوموں میں اختلافات کی حدیں پار ہوگئی تھیں۔جس سے بڑی تعداد میں انسایت کا استحصال ہو رہا تھا لیکن کبیر نے انسان دوستی کی مثال قائم کرتے ہوئے دونوں کے فرقہ راوانہ ذہن کو تبدیل کیا۔ان کی تعلیمات میں رام اور خدا دونوں ایک ہیں بس نام میں فرق ہے۔جس سے فرقہ وارانہ طاقتیں کمزور ہوئی اور انسانیت کا بول بالا ہوا۔اسکے علاوہ کبیر نے مذہب کو سائنس کے بنا پر دیکھنے کی کوشش کی وہ کہتے ہیں کہ:

پتھر پوجے ہری ملے تو میں بوجوں پہاڑ گھر کی چکیہ کوئی نہ پوجے جاکے پیسا کھائے

اس طرح کبیر نے انسان کو خیالی پلاؤ کے بجائے حقیقت میں جینے کا راہ دکھایا۔انسانیت کی خدمت اور عبادت کرنے پر زور دیا۔مذہبی اصولوں اور رواجوں کے طور پر پتھروں کے بجائے کام آنے والی چکیوں کی اہمیت واضح کیا اور غلط فہمیاں دور کر کبیر نے اصل تعلیم ادا دکیا:

''کبیر صاحب کا یقین تھا کہ رام اور خدا ایک ہی ہوسکتا ہے لہٰذا انھوں نے مرتیوں کی پوجا کرنے سے انکار کر دیا۔ان کا کہنا تھا کہ''اگر خدا پتھر ہے تو میں پہاڑ کی عبادت کروں گا۔''ے

اس کے علاوہ کبیر نے عبادت کا اور کام آسان کر دیا ہے۔اس میں جو دشواریاں تھی اسے خارج کر کہا کہ خدا ہر شے میں اور ہر جگہ موجود ہے تو پھر اس کی تلاش کسی خاص مقام پر ہی کیوں دل پاک ہو تو دل سے خدا کی عبادت کی جاسکتی ہے۔اس لیے کسی بت خانے اور دیوانے کی ضرورت نہیں جو آپ کی عرضی لگائے اقتباس:

''مذہب کے جو معاملے عوام کی روزمرّہ زندگی اور ان کے معمولات سے مطابقت نہیں رکھتے تھے اُن کو جڑ سے اکھاڑ پھینک دیا۔''۸

کبیر صاحب ایک زندہ دل انسان تھے اور فکر وقتم کے ذہن رکھتے تھے۔ان کے دماغ میں دنیا، مذہب، ذات اور معاشرے سے مطابق غور وفکر چلتا رہتا تھا۔وہ جو بات انسان دوستی کی کسوٹی پر کھرا اترتا اسی کو درست مانتے۔اس لیے انسان کو اپنے مالک سے ملنے کے لیے کسی مندر اور مسجد میں جانے کی ضرورت نہیں سمجھتے ان کا کہنا ہے کہ یہ کشتوری کنڈل بسے مرغ ڈھنڈ ھے ون ماحی۔لہٰذا جو انسان کے دل میں ہی بستا ہے اس کے تلاش کی ضرورت نہیں بس پہچاننے کی ہے اور اس کی پہچان صرف اور صرف صاف اور سادا دل اور نظر کی جاسکتی ہے۔اس لیے اپنے کبیر محبوب کو پانے کے لئے بچوں کی طرح سادا دلی پر زور دیتے ہیں۔یہی وہ خیال ہے جو دونوں مذہبوں کے والوں کو اپنی طرف متاثر کرتا ہے۔جس سے دونوں کے دلوں سے فاصلے کم ہوتے گئے اور ایسا ہونے سے مشترکہ تہذیب کو بڑا فائدہ ہوا اقتباس:

''کبیر نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کڑی کا کام کیا۔انہوں نے اپنے آپ کو رام اور اللہ کا بیٹا کہا۔انہوں نے کہاں کہ ہندو مندر میں جاتا ہے اور مسلمان مسجد میں۔کبیر وہاں جاتا ہے کہ جہاں ہندو اور مسلمان دونوں کی یکساں پہچان ہے۔اس نے دونوں نے کے راہوں کو ترک کر دیا۔اگر تم پوچھو کہ وہ ہندو ہے یا مسلمان تو اس کا جواب یہ ہے کہ نہ ہندو ہے نہ مسلمان۔وہ تو پانچ عناصر کا پیدا کیا ہوا مجسمہ ہے جہاں رام کھیل کرتا رہتا ہے اس کے لئے مکّہ کاشی اور رام رحیم بن گیا ہے۔''۹

کبیر کی ہندو مسلم کڑی دنیا بھر میں دیکھے جاسکتے ہیں لیکن اس کا بڑی مثال مگہر ہے جہاں کبیر کا وفات ہوا۔یہاں دونوں فرکوں میں انسان دوستی اور محبت کی بہترین مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔کبیر کا کہنا ہے کہ وہی رام رحیم اور وہی گوبند ہے تو ایسے میں ان میں فرق کیا۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دوسرے کی تفریق بھول کر ہندوؤں اور مسلمانوں نے بہت سی رسمیں ایک دوسرے کے اختیار کر لیا اور امن وچین سے ایک دوسرے کے ساتھ رہنے لگے کبیر کی اس تعلیم کو ان کے شاگردوں نے خوب روشن کیا اور آج بھی کبیر کے تحریک کو عام کرنے کی بھرپور کوشش جاری ہے۔جگہ جگہ کبیر کے جاننے والے۔کبیر کے نغموں کو گاتے مل جاتے ہیں، جو' گنگا جمنی تہذیب' میں جان ڈالتی ہے۔جس کا دوسرا نام 'مشترکہ تہذیب' ہوسکتا ہے جس کے بارے میں کاظم علی خاں لکھتے ہیں:

''ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کو متاثر کرتے رہے۔ہندوؤں نے بہت سی رسمیں مسلمانوں سے لیں اور مسلمانوں نے ہندوؤں کی متعدد معاشرتی رسوم کو قبول کیا اس طرح ہندو مسلم میل ملاپ کے ہاتھوں وہ گنگا جمنی تہذیب وجود میں آئی جیسے بھارت کی مشترکہ نام سے یاد کیا جاتا ہے۔''۱۰

کبیر اپنے زمانے میں ہی اپنی بے باک بیانی اور دوستانہ مجاز کے بنا پر مقبول ہو چکے تھے۔کہا جاتا کہ کبیر ایک ودھوا براہمنی کے اولاد تھے اور ایک مسلمان کے گھر پلے اور بڑھے تھے۔ان پر اسلامی تہذیب اور معاشرے کا خاص اثر تھا تو وہی ہندو سنتوں کے بھی اثرات دکھائی دیتے ہیں۔جس سے ان کی شخصیت میں دونوں تعلیم نمایاں ہے۔ان کی زندگی میں ہی ان کے تعلیم کو دل سے لگانے والوں کی تعداد بہت بڑی تھی جو وقت سے ساتھ بڑھتی گئی:

''ان کی نظریہ حیات وممات وکائنات ان کی زندگی میں ہی بہت مقبول ہوگیا تھا اور اسکے اثرات ہندوستانی عوام اور خواص پر پڑنے لگے تھے۔سنت ملوک داس ،سنت غیرب داس،سنت دھرم داس اور کئی دوسرے سنتوں نے کبیر صاحب کی تعلیم کو پھیلانے اور عام کرنے کے لئے اسی زمانے میں تحریک شروع کردی تھی اور ہندوستان کے کئی علاقوں میں کبیر قائم ہوگئے تھے۔''۱۱

یہ حقیقت ہے کبیر داس اپنے آپ میں ایک زمانہ تھے،ایک تحریک تھے،ایک معاشرہ بھی تھے اور ایک صوفی وشاعر تھے۔اس کے علاوہ ایک سماجی ،سیاسی اصلاحی کارکن تو تھے ہی لیکن سچ پوچھئے تو وہ ایک سچے بھی انسان تھے۔یہی ان کی اصلی تعلیم بھی تھی۔وہ نفرت کو کسی بھی طور پر گوارا نہیں کرتے تھے:

''کبیر اپنے نقطۂ نظر سے مذہب کے اصل روپ کو پیش کرنا چاہتے تھے۔ان کا دھرم ایسی افاقیت لئے ہوئے تھا جس میں کسی طرح کی فرقہ یا طبقہ کی تقسیم نہیں تھی۔ہندو اور مسلمان یا برہمن اور سودر سب اس دھرم میں فلاح اور نجات کے برابر مستحق تھے۔اس طرح ان کا مذہب عالمگیر مذہب( Universal religion) کہا جاسکتا ہے۔''۱۲

دنیا میں آج بھی انسان کی شکل میں جانور موجود ہوتا ہے۔انسان بھلے ہی جنگلوں کے بجائے شہروں میں رہنے لگا لیکن اسے بھیڑیوں کی طرح دوسروں کا شکار کرتے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے۔جب ہم موجودہ دور کے صورتِ حال کا جائزہ لیتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ آج بھی ہمارے ملک میں بہت سے لوگ ذہنی بیماری کے شکار ہیں،انسان سے زیادہ قیمت جانوروں اور بتوں کو دیتے ہیں لیکن کبیر ایسے رہنما ہیں جو انسان اور انسانیت کو ہی سب کچھ مانتے ہیں۔وہ انسان انسان میں کسی طرح کا فرق نہیں کرتے۔اگر وہ کسی میں فرق کرتے ہیں تو محبت اور نفرت میں کرتے ہیں،اور یہی بات دنیا کو بھی بتانا چاہتے ہیں جس سے رہتی دنیا تک یہاں عشق ومحبت قائم رکھا جاسکے۔جس طرح سے انسان کے جسم کو صحت یاب بنانے کے لئے ڈاکٹر،داوا اور ہسپتال کی ضرورت ہوتی ہے،اسی طرح عام انسان،سماج،معاشرہ وملک اور مذہب کو صحت یاب بنانے کے لئے مذہب اور تہذیب میں رائج برائیوں کو دور کرنے کی ضروری ہے اور یہ ضرورت کبیر کے فکر ونظر میں آسانی سے دیکھے جاسکتے ہیں۔

اقتباس:

۱۔امیر خسرو اور کبیر کی عصری معنویت ،ص ۶۱،خواجہ معین الدین چشتی اردو۔عربی۔فارسی یونیورسٹی،لکھنؤ۔اتر پردیش۔انڈیا
۲۔مطالعہ تاریخ ادب ہندی۔کاظم علی خاں ص ۳۳،
۳۔اردو کا مکمل باغی شاعر کبیر،بلجیت مطیر ۲۸ص،کایا پبلیکشنز بہادر گڑھ ۱۹۸۴
۴۔اردو کا مکمل باغی شاعر کبیر،بلجیت مطیر ۲۸ص،کایا پبلیکشنز بہادر گڑھ ۱۹۸۴ء
۹۔شعر کبیر پدوالی کا اردو ترجمہ محمد انصار اللہ،ص ۳۳،ء،بیت الالبار ۴/۵۸۵ سر سید نگر علی گڑھ ۱۹۷۹
۱۰۔اردو کا مکمل باغی شاعر کبیر،بلجیت مطیر ص ۲۹۔کایا پبلیکشنز بہادر گڑھ ۱۹۸۴ء
۱۱۔مطالعہ تاریخ ادب ہندی کاظمی علی خاں،۴۰ص،اردو پبلیشرز گلی متصل نظیر آد لکھنؤ،مارچ ۱۹۷۳
۱۲۔اردو کا مکمل باغی شاعر کبیر،بلجیت مطیر ص ۶۸۔کایا پبلیکشنز بہادر گڑھ ۱۹۸۴ء
۱۳۔شعر کبیر پدوالی کا اردو ترجمہ محمد انصار اللہ ۱۴ص،بیت الالبار ۴/۵۸۵ سر سید نگر علی گڑھ ۱۹۷۹۔

☆☆☆